شاہد حسین رزاقی

اسلامی دنیا

بزرتا پر حملہ

ایک ایسے نازک وقت میں جب کہ الجیریا کا مسئلہ حل کرکے افریقہ میں امن بحال کرنے کی ضرورت و اہمیت ساری دنیا میں پوری شدت کے ساتھ محسوس کی جا رہی ہے فرانس نے تونس میں بھی جنگ چھیڑ کر اپنی سامراجی پالیسی سے امنِ عالم کے لیے نئے خطرات پیدا کر دیے ہیں۔ اور فرانس کے اس طرزِ عمل سے آزاد دنیا کی مشکلات میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔ تونس پر فرانس کے حملے کا سبب یہ ہے کہ فرانس اپنے سامراجی مقاصد کے لیے بزرتا پر قابض رہنا چاہتا ہے جو تونس کی اہم ترین بندرگاہ اور بحرِ روم کے علاقے میں ایک بہت بڑا بحری اور فضائی مرکز ہے۔ یہ بندرگاہ دس میل مدور جھیل میں واقع ہے جس کو نہر کھود کر سمندر سے ملا دیا گیا ہے۔ ۱۸۸۰ء میں فرانس نے بزرتا کو فوجی مرکز بنا دیا۔ اور اس نے تجارتی اور جنگی اعتبار سے بڑی اہمیت حاصل کر لی۔ چنانچہ دوسری عالمی جنگ میں اتحادیوں نے اسی بندرگاہ کو سسلی اور اٹلی پر فوج کشی کا مرکز بنایا تھا۔

جب تونس کے حریت پسندوں کی جدوجہد کامیاب ہوئی اور ۱۹۵۶ء میں اس ملک کو آزادی ملی تو فرانس نے بزرتا پر تونس کی حاکمیت تو تسلیم کر لی لیکن اس پر اپنا قبضہ برقرار رکھا۔ یہ صورتِ حال تونس کے لیے ناقابلِ قبول تھی اور اس نے فرانس سے بزرتا کے فوجی اڈے خالی کر دینے کا مطالبہ کیا۔ لیکن فرانس اس پر آمادہ نہ ہوا کیونکہ وہ ان اڈوں کو اپنے سامراجی مفاد کے لیے ضروری تصور کرتا ہے۔ تونس نے اپنا مطالبہ برابر جاری رکھا اور صدر حبیب بورقیبہ نے اس مسئلہ کو پُرامن طریقہ پر حل کرنے کی پوری کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ آخر کار انھوں نے صدر ڈی گال سے کہا کہ فرانس اس بات کا اعلان

کر دے کہ وہ یہ اڈے خالی کر دے گا۔ فرانس نے یہ مطالبہ بھی نہ مانا اور بزرتا پر قبضہ فرانسیسی مفاد کے لیے ضروری تصور کیا۔ تونس یہ گوارا نہ کر سکتا تھا کہ ایک غیر ملک اس کے علاقہ میں زبردستی اپنا فوجی اڈہ قائم رکھے۔ اور اس سے جو کشمکش پیدا ہو گئی اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ فرانس نے بزرتا پر حملہ کر دیا۔ اور اس کی فضائی بمباری سے زبردست نقصان ہوا۔ انصاف پسند ممالک نے تونس کی حمایت کی اور یہ مسئلہ سلامتی کونسل میں پیش ہوا جس نے جنگ بند کرانے کی قرارداد منظور کی۔ لیکن جنگ بندی کے بعد بھی فرانس کا جارحانہ طرزِ عمل برقرار رہا، اور اس سے ہر قسم کے خطرناک حالات پیدا ہو جانے کا امکان ہے۔ سامراجی دور گزر گیا اور فرانسیسی سامراج بھی دم توڑ رہا ہے۔ اس کا خاتمہ تو یقینی اور بہت قریب ہے مگر اس سے یہ اندیشہ لگا ہوا ہے کہ اس کی شکست خوردگی اور اضطراری کیفیت نہ معلوم دنیا کو کن مصائب میں مبتلا کر دے۔

کویت پر عراق کا دعویٰ

خلیج فارس کے علاقہ کی چھوٹی سی ریاست کویت کی پہلے کوئی اہمیت نہ تھی۔ لیکن جب یہاں بہت بڑی مقدار میں تیل نکلنے لگا تو اس کی دولت اور اہمیت میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا۔ کویت پر برطانیہ کی بالادستی قائم تھی جس سے اب اس کو آزادی ملی ہے۔ لیکن یہ آزادی سیاسی خلفشار اور بین الاقوامی کشمکش کا سبب بن گئی۔ کویت کو آزادی ملتے ہی عراق نے اس پر اپنی ملکیت کا دعویٰ کیا اور جنرل عبدالکریم القاسم نے یہ اعلان کر دیا کہ ترکوں کے عہدِ حکومت میں کویت عراق کے صوبہ بصرہ کا ضلع تھا اس لیے وہ عراق کا حصہ ہے اور اب عراق کی سرحد کویت کے جنوب تک وسیع کر کے شیخ کو عراق کی طرف سے اس علاقہ کا گورنر مقرر کیا جائے گا۔ اس کے جواب میں کویت نے اعلان کیا کہ وہ آزاد اور خود مختار ملک ہے اور اگر اس کی آزادی پر حملہ کیا گیا تو وہ اس کا مقابلہ کرے گا۔ اس اعلان کے ساتھ ہی کویت نے برطانیہ سے فوجی امداد طلب کر لی اور اقوام متحدہ اور عرب لیگ کا رکن بننے کی درخواست پیش کر دی۔ سعودی عرب، اردن اور مصر نے کویت کی حمایت کرنے کا اعلان کیا اور عرب ممالک میں خلفشار پیدا ہونے لگا۔

تمام عرب ممالک کی طرح کویت بھی سلطنتِ عثمانیہ میں شامل تھا اور انگریزوں نے اپنا اثر جمانے کے لیے ۱۸۹۹ء میں کویت کے شیخ سے معاہدہ کر کے اس کو الگ ریاست کی حیثیت دیدی۔ ۱۹۱۴ء میں جب عالمگیر جنگ چھڑ گئی تو برطانیہ نے کویت کو آزاد حکومت تسلیم کر کے اس کو اپنی حفاظت میں لے لیا۔ جنگ کے بعد جب عراق کی سلطنت قائم ہوئی اور پھر اس کو آزادی ملی تو عراق نے کویت کو عراق میں شامل کرنے کا مطالبہ پیش کیا۔ ملک غازی کے زمانہ میں تو یہ دعویٰ عراق اور برطانیہ کے درمیان کش مکش کا باعث بن گیا اور عراق میں برطانیہ کے خلاف جذبہ بہت بڑھ گیا۔ برطانیہ کی بالادستی کی وجہ سے عراق اپنا مقصد حاصل نہ کر سکا، اور جب کویت کو آزادی ملی تو عراق نے اپنا پرانا مطالبہ پھر دہرا دیا۔ لیکن اب یہ مسئلہ صرف عراق اور کویت تک محدود نہ رہا تھا یہ تمام عرب ممالک کا مسئلہ بن کر عرب لیگ کی کونسل کے سامنے آیا۔ اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل میں اس کو مشرقی اور مغربی بلاک کی کش مکش نے غیر معمولی اہمیت دیدی اور برطانیہ کے لیے تیل کی فراہمی کو برقرار رکھنے کے لیے انگریزی فوجوں نے عراق اور کویت کی سرحد پر مورچے قائم کر لیے۔ برطانیہ کی عملی مداخلت نے کویت پر فوجی حملے کا خطرہ دور کر دیا۔ عرب لیگ نے عراق کی مخالفت کے باوجود کویت کو اپنا رکن بنا لیا۔ اور روس کو اس کا موقع نہ ملا کہ وہ اس خلفشار سے فائدہ اٹھا کر عراق میں اپنا اثر بڑھائے۔

ترکیہ کا نیا دستور

ترکیہ کی نئی حکومت نے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ بہت جلد نیا دستور بنا کر جمہوریت کو بحال کر دے گی چنانچہ ماہرین کی ایک کمیٹی مقرر کی گئی جس نے دستور کا مسودہ تیار کیا۔ اور جب اس مسودہ کو دستور ساز مجلس نے منظور کر لیا تو اس کے متعلق عوام کی رائے دریافت کی گئی، اور رائے دینے والوں کی اکثریت نے بھی اس کی منظوری دیدی۔ توقع ہے کہ موجودہ پروگرام کے مطابق یہ دستور نافذ ہو جائے گا اور ۲۹ر اکتوبر ۱۹۶۱ء کو عام انتخابات ہوں گے۔ اس طرح ختم سال سے قبل دستوری حکومت بحال ہو جائے گی۔

نئے دستور میں ترکیہ کو جمہوری اور لادینی مملکت قرار دیا گیا ہے۔ پہلے ترکی پارلیمنٹ ایک ایوانی تھی، اب دو ایوانی ہوگی۔ ایوانِ زیریں ۴۵۰ اور بالائی ایوان ۱۸۵ اراکین پر مشتمل ہوگا۔ اس آئین میں ایسی دستوری عدالت کے قیام کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔ جو ملک کے دستور کی تعبیر کرے گی۔ نظامِ حکومت جمہوری ہوگا اور مغربی پارلیمانی اصول پر کابینہ بنائی جائے گی۔ لیکن طریقِ انتخاب میں بڑی تبدیلی کر دی گئی ہے۔ چنانچہ اب کسی حلقہ کے امیدواروں میں سب سے زیادہ ووٹ حاصل کرنے والا امیدوار کامیاب قرار نہ دیا جائے گا بلکہ انتخاب میں حصہ لینے والی جماعتوں کو اس تناسب سے نمائندگی دی جائے گی جس تناسب سے وہ ووٹ حاصل کریں گی۔ طریقِ انتخاب میں یہ تبدیلی عصمت انونو کی خلق پارٹی کے مطالبہ پر کی گئی ہے۔ لیکن عملاً یہ طریقہ کامیاب نہ ہوسکے گا کیونکہ اس سے حکومت کا استحکام متاثر ہوگا۔ نئے دستور میں انفرادی حقوق کی ضمانت دی گئی ہے اور پریس کی آزادی کا بھی تحفظ کیا گیا ہے جس کا مطالبہ شدت سے کیا جا رہا تھا۔

تاریخِ جمہوریت

مصنفہ شاہد حسین رزاقی

قبائلی معاشروں اور یونانِ قدیم سے لے کر عہدِ انقلاب اور دورِ حاضرہ تک جمہوریت کی مکمل تاریخ جس میں جمہوریت کی نوعیت و ارتقاء، مطلق العنانی اور جمہوریت کی طویل کشمکش، مختلف زمانوں کے جمہوری نظامات اور اسلامی و مغربی جمہوری افکار کو بڑی خوبی سے واضح کیا گیا ہے۔ صفحات ۵۰۶

قیمت آٹھ روپے

ملنے کا پتہ: سیکریٹری ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ۔ لاہور